۲۲؍ نومبر ۱۹۰۱ء

خطبہ جمعہ

(خلاصہ از ایڈیٹر الحکم)

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد آپ نے سورۃ البقرہ کی آیات ۹ تا ۱۵ کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا:۔

یہ آیتیں سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع کی ہیں۔ اَلْحَمْد شَرِیف میں خدا تعالیٰ نے تین راہیں بتائی ہیں۔ ایک اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی راہ، دوسرے مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ تیسرے اَلضَّآلِّیْنَ کی راہ۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے معنی خود قرآن شریف نے بتائے ہیں کہ وہ انبیاء، اصدقاء، شہداء اور صالحین کی جماعت ہے۔

انبیاء وہ رفیع الدرجات انسان ہوتے ہیں جو خدا سے خبریں پاتے ہیں اور مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ راستباز ہیں جو انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ ہیں جن کے لئے وہ باتیں گویا مشاہدہ میں آئی ہوئی ہیں اور پھر عام صالحین۔

اس گروہ کی تفسیر خدا تعالیٰ نے آپ ہی سورۃ بقرہ کے شروع میں بیان کر دی ہے کہ ہدایت کی راہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ اللہ پر ایمان لائے۔ جزاء و سزا پر ایمان لاوے اور پھر اللہ ہی کی نیاز مندی کے لئے،

تعظیم لامراللہ کے واسطے نمازوں کو درست رکھنا اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے واسطے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کریں۔

پھر اس بات پر ایمان لاویں کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تسلی اور تعلیم پا کر دنیا کی اصلاح کے لئے معلم اور مزکی آئے ہیں۔ یاد رکھو صرف علم تسلی بخش نہیں ہو سکتا جب تک معلم نہ ہو۔ بائیبل میں نصیحتوں کا انبار موجود ہے اور عیسائی بھی بغل میں کتاب لئے پھرتے ہیں۔ پھر اگر ایمان صرف کتابوں سے مل جاتا تو کیا کمی تھی۔ مگر نہیں' ایسا نہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو بھیجتا ہے جو يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (الجمعة:۳) کے مصداق ہوتے ہیں۔

ان مزکی اور مطہر لوگوں کی توجہ' انفاس اور روح میں ایک برکت اور جذب ہوتا ہے جو ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان کے اندر تزکیہ کا کام شروع کرتا ہے۔ یاد رکھو انسان خدا کے حضور نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ کوئی اس پر خدا کی آیتیں تلاوت کرنے والا اور پھر تزکیہ کرنے والا اور پھر علم اور عمل کی قوت دینے والا نہ ہو۔ تلاوت تب مفید ہو سکتی ہے کہ علم ہو اور علم تب مفید ہو سکتا ہے جب عمل ہو اور عمل تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے اور علم معلم سے ملتا ہے۔

بہرحال مومنوں کا ذکر ہے کہ ان کو ایمان بالغیب کی ضرورت ہے جس میں حشر و نشر' صراط' جنت و نار سب داخل ہیں۔ یہ اس کا عقیدہ اول درست ہو جائے تو پھر نماز سے امرالٰہی کی تعظیم پیدا ہوتی ہے اور خدا کے دئے ہوئے میں سے خرچ کرنے سے شفقت علی خلق اللہ۔

پھر برہموؤں کی طرح نہ ہو جاوے جو الہام کی ضرورت محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام اتارا اور آپ سے پہلے بھی اور آپ کے بعد بھی مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ یہ تو منعم علیہ گروہ کا ذکر ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ مغضوب ہیں جو خدا کے ماموروں کے وجود اور عدم وجود کو برابر سمجھ لیتے ہیں اور ان کے انذار اور عدم انذار کو مساوی جان لیتے ہیں اور پروا نہیں کرتے اور اپنے ہی علم و دانش پر خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ خدا کے غضب کے نیچے آ جاتے ہیں۔ یہی حال یہود کا ہوا۔

پھر تیسرا گروہ گمراہوں کا ہے جن کا ذکر ان آیات میں ہے جو میں نے پڑھی ہیں۔ اس کے کاموں میں دجل اور فریب ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو کلام الٰہی کا خادم کہتے ہیں مگر مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرة:۹)۔

بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں مگر ہدایت کے بدلے تباہی خریدتے ہیں اور کوئی عمدہ فائدہ ان کی تجارت سے نہ ہوا۔

میرے دل میں بارہا یہ خیال آیا ہے کہ ایک تنکے پر بھی شے کا اطلاق ہوتا ہے اور وہی شے کا لفظ وسیع ہو کر خدا پر بھی بولا جاتا ہے۔

یاد رکھو منافق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دل میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔ وہ اعتقادی منافق ہوتا ہے۔ اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ عیسائیوں کا مذہب ہے۔ انجیل کی حالت کو دیکھو کہ اس کی اشاعت پر کس قدر سعی بلیغ کی جاتی ہے مگر یہ پوچھو کہ اس کتاب کے جملہ جملہ پر اعتقاد ہے؟ تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اس طرح پر میں دیکھتا ہوں کہ خدا کا خوف اٹھ گیا ہے۔ وہ دعویٰ اور معاہدہ کہ "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" قابل غور ہو گیا ہے۔ اب اپنے حرکات و سکنات، رفتار و گفتار پر نظر کرو کہ اس عہد کی رعایت کہاں تک کی جاتی ہے۔ پس ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ کے نیچے آ جاؤ۔ منافق کی خدا نے ایک عجیب مثال بیان کی ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی مگر وہ روشنی جو آگ سے حاصل کرنی چاہئے تھی وہ جاتی رہی اور ظلمت رہ گئی۔ رات کو جنگل کے رہنے والے درندوں سے بچنے کے واسطے آگ جلایا کرتے ہیں لیکن جب وہ آگ بجھ گئی تو پھر کئی قسم کے خطرات کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح پر منافق اپنے نفاق میں ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کا دل ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ حق کا گویا، شنوا اور حق کا بینا نہیں رہتا۔ ایک شخص اگر راہ میں جاتا ہو اور سامنے ہلاکت کا کوئی سامان ہو وہ دیکھ کر بچ سکتا یا کسی کے کہنے سے بچ سکتا یا خود کسی کو مدد کے لئے بلا کر بچ سکتا ہے۔ مگر جس کی زبان، آنکھ، کان، کچھ نہ ہو اس کا بچنا محال ہے۔ یاجوج ماجوج بھی آگ سے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں مگر انجام وہی نظر آتا ہے۔ مومن کا کام ہے کہ جب دعویٰ کرے تو کر کے دکھاوے کہ عملی قوت کس قدر رکھتا ہے۔ عمل کے بدوں دنیا کا فاتح ہونا محال ہے۔

یاد رکھو کہ ہر ایک عظیم الشان بات آسمان سے ہی آتی ہے۔ یہ امر خدا کی سنت اور خدا کے قانون میں داخل ہے کہ امساک باراں کے بعد مینہ برستا ہے۔ سخت تاریکی کے بعد روشنی آتی ہے۔ اسی طرح پر فیج اعوج اور سخت کمزوریوں کے بعد ایک روشنی ضروری ہے۔ وہ شیطانی منصوبوں سے مل نہیں سکتی۔ بہتوں کے لئے اس میں ظلمت اور دکھ ہو اور ایک نمک کا تاجر جو اس میں جا رہا ہے اسے پسند نہ کرے۔

بہت سے لوگ روشنی سے فائدہ اٹھالیتے ہیں اور اکثر ہوتے ہیں جو اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں مگر احمقوں کو اتنی خبر نہیں ہوتی کہ خدائی طاقت اپنا کام کر چکی ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ علم حاصل کرو اور پھر عمل کرو۔ علم کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ ہمارے پاس علم القرآن ہے

صحیح نہیں ہے۔ ایک نوجوان نے ایسا دعویٰ کیا۔ ایک آیت کے معنے اس سے پوچھے تو اب تک نہیں بتا سکا۔ ہمارے ہادی کامل نبی کریم کو تو یہ تعلیم ہوتی ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (طٰہٰ:۱۱۵)۔ تم بھی دعا کرو۔

یاد رکھو کہ اگر اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ میں سے ہو تو اور ترقی کرو اور کسی وجود کو جو خدا کی طرف سے آیا ہے اس کے وجود اور عدم وجود کو برابر نہ سمجھو۔ ظاہر و باطن مختلف نہ ہو۔ دنیا کو دین پر مقدم نہ کرو۔ بعض اوقات دنیاداروں کو دولت و عزت اندھا کر دیتی ہے۔ خدا کی برسات لگ گئی ہے۔ وہ اب سچے پودوں کو نشوونما دے گی اور ضرور دے گی۔ خدا کی ان ساری باتوں پر ایمان لا کر سچے معاہدہ کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْآ اٰمَنَّا (البقرۃ:۱۵) ہی کے مصداق رہ جاؤ۔ اس کا اصل علاج استغفار ہے اور استغفار انسان کو ٹھوکروں سے بچانے والا ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۴۳--- ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۷-۸)

☆-☆-☆-☆